قبولیت اعمال کی شرائط

حافظ صفیہ بنت رفیق
لاہور

ویسے تو انسان اپنی پوری زندگی میں ہمیشہ ایسے اعمال کرنے کا خواہاں ہے جس سے اسے سکون وراحت اور مالی وجسمانی فائدہ ہو لیکن ایک حقیقی مسلمان کی سوچ اس سے قطعاً مختلف ہوتی ہے۔ مومن کا ہر کام اس مقصد کیلئے ہوتا ہے کہ اس کا پروردگار راضی ہو جائے اور وہ کام میرے پیارے راہنما محمد رسول اللہ ﷺ کا بھی پسندیدہ ہو جبکہ ہر آدمی اپنی ضرورت وحاجت کے مطابق صبح وشام کوئی ایک کام سرانجام دیتا ہے جس میں مختلف لوگوں کے مختلف مقاصد ہوتے ہیں دینی اعتبار سے بھی اور دنیاوی لحاظ سے بھی اور پھر بسا اوقات ایک انسان بہت زیادہ محنت ومشقت کرنے کے بعد بھی دینی ودنیاوی لحاظ سے اپنے کام کے نتیجہ میں کچھ حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے لیکن اگر ہر انسان اپنے روز مرہ کے معمولات زندگی کو ایک خاص طرز پر چلائے اور ان کا رخ موڑ دے تو پھر دنیا کے اعتبار سے تو انسان کو کبھی کوئی عارضی فائدہ حاصل نہ ہو۔ لیکن آخرت وانجام کے حوالے سے خیر وبھلائی اور بدلے ومعاوضے سے قطعی طور پر خالی نہیں رہے گا۔ وہ کونسا طریقہ و فارمولا ہے جس کو اپنانے سے انسان کا ہر عمل ہر قدم ہر کام اس کیلئے نتیجہ خیز ثابت ہوگا وہ اسلامی طرز زندگی کہ انسان کے ہر کام کرتے وقت اس میں تین چیزیں موجود ہوں خواہ کام ذاتی ضرورت ہو اپنی حاجت ہو اس کو کرنے سے بھی انسان نیکی وبھلائی سے محروم نہیں رہے گا۔ قبولیت اعمال کیلئے اور کسی بھی کام کو نیکی بنانے کیلئے وہ تین چیزیں شرط ہیں۔ جن کا ہم تفصیل سے مندرجہ ذیل میں ذکر کریں گے۔

ایمان

خلوص نیت

سنت

کوئی بھی فرد وبشر ان چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جو کام کرے وہ نیکی بھی ہوگا اس کی قبولیت کی گارنٹی بھی ہے بحالت ایمان میں خلوص نیت کے ساتھ سنت کے مطابق اس کی ادائیگی کرے لامحالہ نیکی کہلائے گا۔

۱) ایمان

ایک ایسا وصف ہے جس کے بغیر انسان اپنے آپ کو انسان کہلانے کا ہی حق دار نہیں اور اگر یہ وصف کسی انسان کے اندر موجزن ہو تو وہ بظاہری صورت میں کمزور ترین انسان اللہ کے ہاں فرشتوں سے افضل بیت اللہ سے زیادہ عزت والا ہے۔ واضح رہے کہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے اور طاقت ہے جو اپنے خالق اصلی کے علاوہ باقی ساری کائنات کے خوف سے انسان کو بے پرواہ لا ابالی کر دیتی ہے۔ اس کا اگر اندازہ لگانا ہو تو دنیا کے سب سے بڑے جابر وظالم بادشاہ فرعون کی تاریخ سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ جادوگر جو چند منٹ پہلے فرعون سے مانگ رہے تھے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمیں آپ عنایت کیا کریں گے؟ ٹھیک تھوڑے ہی لمحے بعد جب موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوتے ہیں تو فرعون جیسی وقت کی سپر پاور کو للکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ **فاقض ما انت قاض** (طٰہٰ:۷۲) جو تیرے دل میں آئے کر لے ہم تیری ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ ایمان کی حقیقت وطاقت اور تاثیر ہے۔ اس لئے ایمان کو قبولیت اعمال میں اولیت حاصل ہے اور پہلی بنیادی شرط اعمال کے منظور ومقبول ہونے میں ایمان ہی ہے۔ کہ انسان سب سے پہلے دنیا کی طاقتوں اور خوفوں کو اتار پرے کرے صرف ذات باری تعالیٰ کے سپرد ہو جائے ایمان کے بغیر کیا گیا عمل خواہ کوئی انسان اس کو اجر وثواب سمجھ کر کرے قبول ومنظور کے درجے کو نہیں پائے گا۔ چنانچہ مشرکین مکہ بہت سارے اعمال کرتے تھے جو ان کے زعم کے مطابق نیکی تھے لیکن ایمان سے خالی وہ کس طرح قبولیت کے درجے پر فائز ہو سکتے تھے؟ واضح رہے کہ مشرکین مکہ حج وعمرہ اعتکاف ونماز، روزہ توبہ استغفار صدقہ وخیرات جیسے سارے اعمال کرتے تھے مکہ کے مشرک بیت اللہ کا حج کرتے تھے حتیٰ کہ وہاں اسلام غالب ہوا تو نبی ﷺ نے ان پر پابندی لگا دی (ورنہ وہ زندگی بھر حج وعمرہ ادا کرتے رہے) صحیح بخاری شریف کتاب الحج باب لا یطوف بالبیت عریان حدیث 1622) یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تو انکا تلبیہ تک نقل کیا ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیہ وصفتھا ووقتھا) لیکن ایمان موجود نہ تھا اس

لئے یہ حج وعمرے قابل قبول نہ ہونگے۔ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار بھی کرتے تھے جس کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے فرمان الٰہی ہے: وما کان اللہ معذبهم وهم يستغفرون (انفال:۳۳) یعنی اللہ ایسی حالت میں انہیں عذاب نہیں کرے گا کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔

مشرکین مکہ بیت اللہ طواف کرتے ہوئے کہتے تھے: غفرانک ربنا غفرانک اے رب ہمارے ہماری بخشش و مغفرت فرما (تفسیر احسن البیان:۲۳۵) یہ استغفار ان کیلئے عارضی طور پر فائدہ مند ثابت ہوا مثلاً دنیا میں ان کا عذاب موخر کر دیا گیا لیکن یہ عمل ان کیلئے ذریعہ نجات نہ ہوگا اور درجہ قبولیت نہ پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ تھا مشرکین مکہ اپنے مال و منال کو راہ خدا پر خرچ کرتے اور آنے والے حجاج کعبہ کیلئے رہنے سونے کھانے پینے غرضیکہ تمام خدمات و انتظامات ان کے ذمہ ہوتے جس پر وہ وافر مقدار میں دولت خرچ کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہماری کامیابی ونجات کا ذریعہ ہے اور قرب الٰہی کا وسیلہ ہے اس پر وہ کبھی کبھی فخریہ انداز میں گفتگو کرتے کہ یہ ہمارے اعمال صالحہ و کارنامہ ہائے عظیمہ ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: اجعلتم سقاية الحاج وعمارة المسجد الحرام كمن امن بالله (التوبہ:۱۹) کیا تم نے حاجیوں کو پانی وستو پلانا اور خانہ کعبہ کی تعمیر کو اللہ پر ایمان لانے کے برابر کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ خدمت کوئی چھوٹا عمل نہیں لیکن ایمان سے محروم مشرکین مکہ کو اس کے عوض قیامت کے دن کچھ نہیں ملے گا جبکہ صورت حال یہ ہے انہوں نے اپنے خالص حلال کمائی مال سے دنیا کا مقدس ترین اللہ کا محبوب مرکز بیت اللہ شریف تعمیر کیا بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کا یہ اعلان جو اس موقع پر کیا گیا تھا نقل کیا ہے ان کے سردار نے کہا تھا: لا تدخلوا فيه من كسبكم الا الطيب ولا تدخلوا فيه مهر بغيي ولا بيع ربا ولا مظلمة احد من الناس یعنی صرف اپنی حلال کمائی ہی لگاؤ زانیہ عورت کی کمائی سود کا پیسہ اور بذریعہ ظلم و زیادتی حاصل شدہ رقم مت لگاؤ (فتح الباری:۳/۵٦٦)

ایمان کی محرومی نے ان کو ان تمام چیزوں کے معاوضہ سے خالی رکھا عاقبت کا کوئی فائدہ نہ ملا مشرکین مکہ وعرب نمازیں بھی پڑھتے تھے چنانچہ ان کی نمازوں کا تذکرہ قرآن پاک نے سورۃ انفال: ۳۵، میں کیا ہے۔ کہ وہ خانہ کعبہ میں آکر کس طرح نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کی یہ نمازیں رائیگاں وفضول گئیں کچھ حاصل نہ ہوا کیونکہ ایمان نہیں تھا۔ مشرکین مکہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے اور یکسو ہو کر عبادت کرتے تھے چنانچہ زمانہ جاہلیت کا اعتکاف حدیث میں بھی مذکور ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ: انی نذرت في الجاهلية ان اعتكف ليلة في المسجد الحرام فقال له النبي ﷺ اوف نذرك فاعتكف ليلة (بخاری شریف کتاب الاعتکاف ۲۰۴۲/۱۵)

زمانہ جاہلیت میں لوگ روزے بھی رکھتے تھے خصوصاً عاشورے کا روزہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پچھلے ایک سال کے گناہ اس روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے (صحیح مسلم، کتاب الصیام) لیکن یہ عاشورے کا روزہ ان کی ایمان سے محرومی کی وجہ سے ان کو کوئی فائدہ نہ دے سکا حالانکہ وہ پیشگی اس کا بندوبست و اہتمام کرتے تھے تفصیل کیلئے دیکھیں صحیح بخاری کتاب الصوم باب صوم یوم عاشوراء بہر حال اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان کی شرط ہے اس کے بغیر کوئی بظاہر کتنا ہی خوبصورت کام کرے نامنظور نامقبول ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بعض خیالات (جن کو وہ بزعم خود نیکی گردانتے تھے) کی سختی سے تردید کی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ليس البر ان تولوا وجوهكم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر والملائكة والكتاب والنبيين (سورۃ البقرہ:۱۷۷) مشرق ومغرب کی طرف منہ کر لینا بذات خود کوئی نیکی نہیں بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ و یوم آخرت پہ ایمان لایا اسی طرح اس کے فرشتوں کتابوں اور انبیاء پر ایمان لایا۔ اسی طرح نبی ﷺ نے بھی اعمال کو ایمان کے ساتھ مشروط فرمایا ہے مثلاً: عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من صام رمضان ايمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (صحیح بخاری شریف) رمضان کے روزوں کی یہ فضیلت حاصل کرنے کیلئے ایمان کی شرط لگائی گئی ہے۔ غیر مومن وغیر مسلم رمضان کے روزے رکھ کر یہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے۔ غیر مسلم جو بھی اعمال دنیا میں کرتے ہیں وہ ان کیلئے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت نہیں ہونگے ارشاد نبی ہے: ان الكافر اذا عمل حسنة اطعم بها طعمة من الدنيا واما المومن فان الله يدخر له حسناته في الآخرة ويعقبه رزقا في الدنيا على طاعته وفي رواية ان الله لا يظلم مومنا حسنته يعطى بها في الدنيا ويجزى بها في الآخرة واما الكافر فيطعم بحسنات ما عمل لله

تعالیٰ فی الدنیا حتی اذا افضی الی الآخرۃ لم یکن لہ حسنۃ یجزی بھا

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کافر جب دنیا میں کوئی اچھا عمل کرتا ہے تو دنیا میں اس کو بعض لذتوں سے بدلہ چکا دیا جاتا ہے جبکہ مومن کی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ ذخیرہ کر لیتے ہیں اور دنیا میں رزق اس مومن کو فرمانبرداری کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کے بارے اس پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا اس کو نیکی کا صلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کو نیکی کا بدلہ ملے گا۔ کافر جو اعمال وامور اللہ تعالیٰ کیلئے بجالاتا ہے اس کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ جبکہ آخرت میں اس کو اس کے عوض کچھ فائدہ نہیں ملے گا۔ (صحیح مسلم شریف کتاب صفۃ القیامۃ باب جزاء المومن بحسناتہ)

(۲) خلوص نیت

قبولیت اعمال میں دوسری شرط نیت کا خلوص ہے اگر نیت خالص اور ارادہ نیک نہیں تو بہت ہی مشکل اٹھا کر کیا گیا کام بھی کسی اخروی جزاء کا سبب نہیں سکتا نیت ایک ایسی غیر مرئی طاقت اور حقیقی قوت ہے کہ اس میں خلوص بھر جائے تو بہت سارے درجات ومنازل انسان کو بغیر کسی محنت و مشقت اٹھائے اور ہاتھ پاؤں ہلائے طے کروا دیتی ہے۔ اور انسان پل بھر میں ایک عام حالت سے بہت محبوب حالت میں تبدیل ہو جاتا ہے شاید کہ اسی وجہ سے شریعت نے تمام اعمال میں اس کو بنیادی حیثیت دی ہے ہر عمل کا نتیجہ اس پر (Depend) منحصر ہے چنانچہ امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث رئیس الحفاظ سید الفقہاء ناشر احادیث النبویہ ناصر روایات الاسلامیۃ وجامع المواریث المحمدیہ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب صحیح بخاری کا آغاز نبوی مراد شہید محراب خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انما الاعمال بالنیات لکل امرئ ما نوی۔ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کیلئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ) ویسے بھی عام مشہور مقولہ ہے: ''نیتاں نال مراداں ہندیاں نیں''۔ نیت کے عنوان میں سید علی ہجویریؒ (جن کو بعض جاہل ومشرک لوگ داتا گنج بخش کہتے ہیں) نے ایک بہت ہی خوبصورت بات لکھی ہے فرماتے ہیں نیت کو کاموں میں بہت بڑا دخل ہے نیت ہی کاموں کی سچی دلیل ہے کیونکہ بندہ نیت ہی کی بدولت ایک حکم سے دوسرے حکم میں ہو جاتا ہے حالانکہ اس کے ظاہر پر کوئی اثر نمایاں نہیں ہوتا چنانچہ اگر کوئی شخص روزے کی نیت کے بغیر کسی وقت تک بھوکا رہے تو اسے کوئی ثواب نہ ملے گا جب وہ روزے کی نیت کرے گا خدا کے خاص مصاحبوں میں شمار ہوگا اور اس کے ظاہر پر کوئی اثر نمودار نہ ہوگا (کشف المحجوب فصل چوتھی صفحہ ۱۵) اگر ایمان بھی ہے کسی کام میں بہت بڑی کوشش بھی ہے لیکن نیت جیسے ثمر آور درخت کا خلوص شامل نہیں تو دنیا و مافیھا کی سب چیزیں راہ الٰہی پہ قربان کر دیں سب غارت ہو جائیں گی۔ اور روی کی ٹوکری کا پیٹ بھریں گی آخرت وعاقبت کا کچھ سنورنے والا بدلہ نہ ملے گا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین بدنصیب اور کم بخت آدمی اللہ کی جہنم کا ایندھن اس حالت میں بنیں گے کہ انہوں نے مال ودولت جان وجسم علمی صلاحیتیں واستعداد راہ خدا میں نچھاور کی ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیت خراب ہونے اور ریاکاری کے طلب گار ہونے کی وجہ سے جہنم کے بطن میں داخل فرمائے گا ایک شہید ہوگا جو خدا کے پوچھنے پر کہے گا میں نے جہاد کرے تیری راہ میں جان دی رب العزت جواب دیں گے تو جھوٹ کہتا ہے۔ بلکہ تو اس لئے لڑتا اور جنگ کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں وہ لوگوں نے کہہ دیا (اب کوئی اجر تیرے لئے نہیں) اللہ کا حکم ہوگا اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا دوسرا آدمی وہ ہوگا جس نے علم (دین) پڑھا اور دوسروں کو سکھلایا اور قرآن پڑھا لوگوں کو سنایا اس کو پیش کیا جائے گا اللہ رب العزت اپنی نعمت اس کو یاد دلائے گا جس کا وہ اقرار واعتراف کرے گا سوال ہوگا پھر تو نے کیا عمل کیا؟ جواب دے گا میں خود عالم بنا دوسروں کو علم پڑھایا اور تیری رضا کیلئے قرآن پڑھا اور لوگوں کو سنایا اللہ تعالیٰ جواب دیں گے تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ تو نے یہ سب اعمال اس لئے سرانجام دیئے کہ تجھے عالم قاری کہا جائے اور وہ تجھے کہا گیا اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹنے کا حکم دیا جائے گا حتی کہ آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ تیسرا شخص بہت مال و دولت والا جس کو مختلف قسم کے ذخیرہ دولت سے نوازا گیا پہلے دو شخصوں کی طرح اس سے بھی معاملہ سوال وجواب ہوگا وہ مالدار جواب دے گا اے اللہ میں نے تیرے ہر پسندیدہ رستے میں مال خرچ کرنے سے گریز نہ کیا تیری خاطر خوب خرچ کیا اللہ تعالیٰ جواب دیں گے تو جھوٹا ہے حالانکہ تو نے مال اس لئے خرچ کیا کہ تجھے سخی مشہور

کیا جائے اور وہ شہرت تجھے دنیا میں حاصل ہوگئی پھر حکم ہوگا اور اس بندے کو چہرے کے بل گھسیٹا جائے گا اور جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (مسلم شریف کتاب الامارۃ باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار حدیث 1905) قارئین یہ ہے اعمال میں نیت کی حیثیت کہ تینوں افراد نے دنیا کی محبوب ترین چیزیں لٹائیں اور اتنے عظیم اعمال اتنے بڑے کام سرانجام دیئے لیکن نیت خالص نہ ہونے کی وجہ سے وہ نیکی بھی نہ بن سکے اور دربار الٰہی میں قبول بھی نہ ہوئے اس لئے عمل کرنے سے قبل انسان کو اپنی نیت کا زنگ اتار کر اس کو شفاف وصاف اور شہرت و ریاکاری ودکھلاوے جیسی بیماریوں سے پاک کرلینا چاہئے پھر اگر انسانی ناطے سے عمل کی ادائیگی میں کچھ تھوڑی بہت نقص وکوتاہی بھی رہ گئی ہو تو وہ غفور الرحیم ذات مہربانی ونوازش ہی فرمائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص نیت کی دولت سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

اگر انسان کسی نیکی کیلئے اپنی دین داری اور دیانتداری کے ساتھ مخلص ہے اور وہ نیکی کرنے کا پورا عزم مصمم رکھتا ہے لیکن اسباب ووسائل کے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طاقت وہمت سے وہ نیکی بالاتر ہے تو صرف اپنی نیک نیتی خالص ارادہ کی وجہ سے وہ نیکی نہ کرنے کے باوجود بھی کرنے والوں کا برابر کا اجروثواب حاصل کرلیتا ہے مثلاً ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابی عبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی ﷺ فی غزاۃ فقال ان بالمدینۃ لرجالا ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا معکم حبسھم المرض وفی روایۃ الا شرکوکم فی الاجر (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب ثواب من حبسہ عن الغزو مرض وغیرہ حدیث نمبر 1911)

ابوعبداللہ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں شریک تھے آپ نے فرمایا تم نے جس قدر سفر طے کیا اور جو بھی وادی سر کی یقیناً مدینہ میں بیٹھے کچھ لوگ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہیں ان کو بیماریوں نے روک لیا ایک روایت میں ہے وہ اجر میں شریک ہیں۔ گویا کہ نیت کا صاف ہونا اخلاص کا موجود ہونا انسان کے بعض کام نہ کرسکنے سے بھی اجر دلوا دیتا ہے۔

نیت پر ایک مختصر نوٹ

النیۃ ارادہ، قصد (المنجد تصنیف لوئیس معلوف 1061 اردو) النیۃ عزم القلب ، دل کا پروگرام (مصباح اللغات 932 اردو) اگر زبان سے بولے تو نیت نہیں قول ہو جائے گا (حضور اکرم ﷺ کی نماز شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفی 45) شیخ ابوالحسن امام ابن قیمؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں: **النیۃ ھی القصد والعزم علی فعل الشئی ومحلھا القلب لا تعلق لھا باللسان اصلاً** نیت کسی کام کے قصد پختہ ارادے کا نام ہے اور اس کی جگہ (محل) دل ہے زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (آپ کے سوال اور ان کا حل جلد 1 ص 112) اسی طرح مشہور حنفی عالم مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی مشہور زمانہ تالیف فیض الباری شرح صحیح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: **النیۃ فعل قلب** نیت دل کا معاملہ ہے۔ (ایضا)

۳) سنت

اس فعل کی ادائیگی برطابق سنت ہو یعنی ہر عبادت وکام جو انسان نیکی کے جذبے سے سرشار ہوکر کرتا ہے لازمی ہے کہ وہ سنت کے مطابق کرے اگر اس کا طریقہ ادائیگی سنت نبوی ﷺ کے ساتھ موافقت ومطابقت نہیں کھاتا پھر کسی قدر بھی جذبہ نیکی ہو وہ عمل قبول نہ ہوگا۔ اگر کوئی عمل کرتے وقت ایمان بھی موجود ہے نیت میں بھی خلوص ہے لیکن طریقہ سنت نہیں تو وہ کام نیکی بھی نہیں بن سکتا اور قبولیت کا درجہ بھی اس کو میسر نہیں آئے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے عیدالاضحیٰ کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: **ان اول ما نبدء بہ فی یومنا ھذا نصلی ثم نرجع فننحر من فعلہ فقد اصاب سنتنا** ۔ یعنی آج بقرہ عید کے دن پہلے نماز پڑھینگے پھر قربانی کرینگے ہمارا طریقہ تو یہی ہے (یعنی ترتیب میں نماز پہلے قربانی بعد میں ہے) جس نے یہ ترتیب اپنائی وہ ہمارے طریقہ کو پہنچا ایک جگہ الفاظ ہیں جس نے قبل از نماز ذبح کیا وہ قربانی نہیں ہوئی وہ دوبارہ قربانی کرے اسی سلسلہ میں ایک صحابی ابو بردہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے نماز سے قبل ذبح کیا ہاں اب میرے پاس ایک کھیرا جانور ہے فرمایا وہی ذبح کرو۔ **فلا تجزی عن احد بعدک** ۔ ہاں تیرے بعد کسی کو یہ اجازت نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ کتاب الاضحیۃ باب ۱ تا ۴ حدیث نمبر 5545 تا 5549) گویا کہ آپ نے ثابت کردیا کہ کسی عمل کی قبولیت کیلئے محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہونا شرط ہے ورنہ قابل قبول نہ ہوگا۔ غور فرمائیں قربانی کرنے والا صحابیؓ ہے جو رسول اللہ ﷺ کا شاگرد وسپاہی نزول قرآن کا گواہ ہے۔ جانور میں قربانی کی شرائط بھی پوری ہیں دن بھی قربانی کا ہی ہے نیت بھی بڑی نیک و

صاف ہے کہ غریب پڑوسیوں کو سب سے پہلے گوشت میرے قربانی کے جانور کا پہنچ جائے ایمان کا اعلیٰ درجہ بھی موجود ہے۔ان ساری چیزوں کے باوجود صرف سنت کی ترتیب تبدیل کرنے پر وہ قربانی کفایت نہ کرسکی۔اور بحیثیت قربانی قبول نہ ہوسکی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ فیصلہ امت کو سنا دیا ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو ردو ۔یعنی جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا طریقہ (سنت) موجود نہیں وہ مردود ہے۔(صحیح مسلم کتاب الاقضیہ باب نقض الاحکام الباطلہ حدیث نمبر 1718) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شارح ریاض الصالحین لکھتے ہیں اسکا مطلب ہے ایسا کام جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے نہ اس پر شریعت کی کوئی اصل ہی دلالت کرتی ہے اس سے واضح ہے کہ بدعات اور خلاف شرع کام مردود ہے۔ (ریاض الصالحین، ترجمہ وفوائد حافظ صلاح الدین یوسف جلد ۲ صفحہ 486) اس سے بالکل بات صاف ہوگئی کہ قبولیت اعمال کیلئے ان کا طریقہ ادائیگی سنت مصطفوی ﷺ کے مطابق ہونا ضروری ہے ورنہ قبول منظور نہ ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین ۔جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ تلاش کرے گا اس سے ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔قیامت کے دن وہ آدمی گھاٹا پانے والوں کا ساتھی ہوگا۔(سورۃ آل عمران: 85) کوئی آدمی بھی اپنی عقل دوڑا کر اپنا علم لڑا کر ظاہری طور پر بزعم خود کس قدر بھی کوئی خوبصورت طریقہ اور قانون لے آئے اگر اس کی کڑیاں سنت اسلام سے نہیں ملتیں تو کالعدم ہے۔ غارت ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے بڑی محنت سے لوگوں کو اپنے سنن سکھلائے اور پڑھائے اور سختی سے فرمایا میرے طریقہ (سنت) کو لازم پکڑو بلکہ آپ ﷺ تو اگر کوئی سنت طریقہ نہیں جانتا ہوتا تھا فوراً اس کو سکھلا دیتے تاکہ بلا تاخیر وہ اس پر عمل کرنے کا موقع پا سکے چنانچہ حضرت ربعی بن حراشؒ فرماتے ہیں ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا کیا میں داخل ہو جاؤں؟ یہ طریقہ خلاف سنت تھا۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر اسکو اجازت کا طریقہ بتاؤ اور اس سے کہو کہ اجازت کا طریقہ یہ ہے: السلام علیکم أأدخل؟۔اس شخص نے یہ الفاظ سن کر یہی طریقہ اپنایا تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دی (ابوداؤد کتاب الادب باب کیفیۃ الاستئذان) حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ آپ ہر کام کی ادائیگی کیلئے طریقہ سنت کی پابندی بہر حال کرواتے تھے تاکہ وہ عمل قبولیت کے درجہ کو پہنچ جائے کیونکہ عمل کے قبول ہونے کیلئے سنت شرط ہے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو نماز کی طرح وضو کرو پھر دائنی کروٹ پر لیٹ کر یہ الفاظ کہو:

اللھم اسلمت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک اللھم امنت بکتاب الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت

اگر اسی حالت میں رات سوتے تیرے موت آ گئی تو تیری موت فطرت (دین) پر موت ہوگی صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا دوبارہ رسول اللہ ﷺ کو سنائی اور نبیک کی جگہ رسولک پڑھا لیکن آپ نے فوراً منع کیا اور فرمایا وہی الفاظ (نبیک الذی ارسلت) من وعن پڑھو (بخاری شریف کتاب الوضوء باب فضل من بات علی الوضو باب ۷۶ حدیث ۲۴۷) حالانکہ نبی ﷺ رسول بھی ہیں اور نبی بھی ہیں۔ اور یہ دونوں الفاظ والقاب قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کیلئے یا ایھا الرسول ، یا ایھا النبی کہہ کر استعمال کئے ہیں۔لیکن کس قدر سختی کے ساتھ آپ ﷺ نے صحابیؓ کو وہی الفاظ پڑھنے کی تلقین کی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ ہمیں ایمان کے ساتھ خلوص نیت کو اپناتے ہوئے اپنے اعمال کو سنت کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

قارئین توجہ فرمائیں

جن احباب کا سالانہ زرتعاون ختم ہو چکا ہے ان کے مجلہ میں مخصوص دائرے میں سرخ نشان سے نشاندہی کی جارہی ہے کہ وہ احباب اولین فرصت میں سالانہ زرتعاون مبلغ 150 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔بصورت دیگر آئندہ ماہ سے ان کے نام مجلہ بند کرنے پر ادارہ مجبور ہوگا۔(ادارہ)